الایقاف فی سبب الاختلاف

مصنف

مولانا محمد حیات سندھی

ترجمہ

مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی

ناشر

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

الانصاف فی سبب الاختلاف

مولانا محمد حیات سندھیؒ (المتوفی سنہ ۱۱۶۳ھ)

ترجمہ

مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالویؒ (المتوفی سنہ ۱۳۳۸ھ)

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱

عزیز زبیدی

★ [illegible] ★

[illegible] 9

ناشر ــــــــــــــــ المکتبۃ السلفیہ۔ لاہور

مطبوعہ ــــــــــــــــ اشرف پریس۔ لاہور

قیمت ــــــــــــــــ چھ آنے

تاریخ اشاعت ــــــــــــــــ جمادی الاخری سنہ ۱۳۷۹ھ
دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء
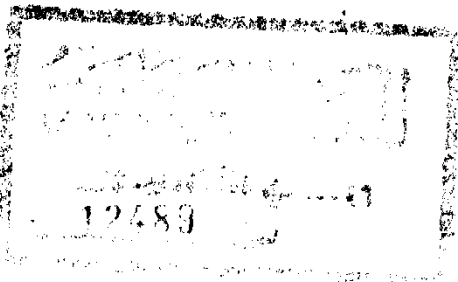
تقریب

"تقلید اور عمل بالحدیث" کے موضوع پر مولانا محمد حیات سندھی کا رسالہ "الایقاف" بہت خوب ہے۔ عرصہ ہوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے اسے اپنے اردو ترجمہ و حواشی کے ساتھ اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد اوّل کے ضمیمہ نمبر ۴ (ص ۴۳-۴۴) میں شائع کر دیا تھا۔

اب یہ رسالہ تصحیح اور معمولی جزوی اصلاح کے ساتھ نئی زندگی حاصل کر رہا ہے۔ ابتداء میں دونوں بزرگوں کا مختصر تعارف دے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی صاحبِ علم و ہمت کو توفیق دے تو مولانا بٹالوی کے سوانح حیات ایک مستقل تصنیف کے متقاضی ہیں۔ واللہ اسئل ان یوفقنا لما یحبہ ویرضاہ۔

احقر

ابو الطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
کان اللہ لہ، ناظم المکتبۃ السلفیہ۔ لاہور

لاہور
۱۷ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۹ھ
۲۰ رنومبر سنہ ۱۹۵۹ء

مولانا شیخ محمد حیات سندھی المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ
مصنف "الایقاف"

نام و نسب[1] اسم گرامی محمد حیات، والد مکرم کا نام "المرادی" نے ابراہیم لکھا ہے۔ لیکن مولانا آزاد بلگرامی کے استفسار پر اپنے والد کا نام آپ نے " فلاریہ" بتایا۔ ممکن ہے اصل نام یہ ہو۔ ابراہیم بعد میں رکھ لیا گیا ہو۔ سندھ کے مشہور قبیلہ چاچر سے آپ کا نسبی تعلق تھا۔

مسقط راس، وطن اور ابتدائی حالات قصبہ عادل پور، علاقہ بھکر کے اطراف کے کسی چھوٹے سے گاؤں میں آپ پیدا ہوئے۔ بالکل ابتدائی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ اتنا پتہ چلتا ہے کہ

ٹھٹھہ (سندھ) میں تحصیل علم سن شعور کو پہنچتے ہی سندھ کے مردم خیز اور تاریخی شہر ٹھٹھہ میں چلے گئے اور علامہ محمد معین بن محمد امین (متوفی ۱۱۶۱ھ) شاگرد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصنف دراسات اللبیب سے اکتساب فیض کیا۔ پھر عنفوان شباب ہی میں

علمائے حرمین کی خدمت میں حجاز کی راہ لی۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ شریف کا رخ کیا۔ علمائے حرمین سے علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ متعدد شیوخ حدیث

---

[1] یہ حالات مندرجہ ذیل کتابوں سے لیے گئے ہیں:۔ سبحۃ المرجان (ص ۹۵-۹۶) مآثر الکرام (ص ۱۶۴-۱۶۵ ج ۱) کلاہما للمولانا آزاد بلگرامی رحمہ۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر (ص ۳۴ ج ۴ طبع مصر) للمرادی رحمہ۔ اتحاف النبلاء (ص ۳۰۳-۳۰۴) ابجد العلوم (ص ۹۴۹) فہرس الفہارس (ص ۲۶۴ ج ۱) از عبدالحی کتانی رحمہ۔ نزہۃ الخواطر (ص ۲۰۱-۲۰۲ ج ۶) از مولانا سید محمد عبدالحی مرحوم۔

سے حدیث شریف پڑھی اور اجازتیں حاصل کیں۔

اساتذہ حدیث مثلاً شیخ عبداللہ بن سالم بصری (متوفی سنہ ۱۱۳۴ھ) شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی (متوفی سنہ ۱۱۴۵ھ) حسن بن علی العجیمی (متوفی سنہ ۱۱۱۳ھ) وغیرہ لیکن حدیث پاک کا زیادہ تر درس صحاح ستہ کے شارح مولانا شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی المدنی (متوفی سنہ ۱۱۳۹ھ) سے لیا اور ان ہی کے فیضِ صحبت سے علومِ حدیث میں آپ کو اختصاص کا درجہ حاصل ہوگیا۔

مدینہ کا توطن اور اُستاد کی جانشینی تحصیل وتکمیل علوم کے بعد مدینہ طیبہ میں ہی شادی کرلی اور وہیں کے ہو رہے۔

شیخ ابوالحسن سندھی کی جگہ مسندِ تدریس کو رونق بخشی، اور اُستاد کی جانشینی کا شرف حاصل کرتے ہوئے ۲۴ برس تک توکلاً علی اللہ حدیث پاک کا درس دیا اور ساری زندگی اس مبارک علم کی خدمت میں صرف کردی۔

مسلک اس دور کے عام حالات کے مطابق ابتداءً گو حنفی طریقہ پر گامزن ہونگے لیکن محقق علماء حدیث وفقہ کے فیضِ تربیت اور علومِ حدیث میں براہ راست ممارست کی وجہ سے بالآخر تحقیق کی راہ پسند کرلی[۱] اور تقلید سے دست بردار ہوگئے جیسا کہ آپکی تالیفات سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

تصانیف شرح ترغیب وترہیب للمنذری ۲ جلد۔ شرح اربعین نووی مختصر الزواجر عن اقتراف الکبائر، شرح الحکم العطائیہ۔ الحکم الحدادیہ۔ الایقاف علی سبب الاختلاف (یہی رسالہ جو زیر اشاعت ہے) تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام[۲]۔ فتح الغفور فی وضع الایدی فی الصلوٰۃ علی الصدور[۳]، رسالۃ فی النہی

---

[۱] شیخ محمد حیات رتبہ، اجتہاد یا دداشت تقلید ہیچکے نمے کرد (اتحاف ص ۴، ۴) [۲] میرزا مظہر جان جاناں (متوفی سنہ ۱۱۹۵ھ) نے ایک فارسی مکتوب میں اس رسالہ کی ضروری تلخیص کردی ہے (کلمات طیبات ص ۲۸-۳۰)

[۳] یہ رسالہ طبع ہوچکا ہے۔

عن عشق صور المرد والنسوان، رسالہ فی رد بدعۃ التعزیہ۔

تلامذہ مصر، شام و ہند وغیرہ ممالک میں شیخ کے فضل و کمال کا غلغلہ بلند تھا۔ ہر جگہ سے طالبانِ علوم و فنون تشنہ کام آتے اور سیراب ہو ہو کر جاتے تھے۔ تلامذہ میں مولانا آزاد بلگرامی (متوفی سنہ ۱۲۰۰ھ) مولانا ابوالحسن محمد صادق سندھی (متوفی سنہ ۱۱۸۷ھ) شارح شرح نخبہ، مولانا محمد فاخر زائر الٰہ آبادی (متوفی سنہ ۱۱۶۴ھ) کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔ مولانا زائرؔ کی عقیدت کیشی اپنے اُستاذ سے کیسی تھی، ان کی مثنوی کے ان اشعار سے معلوم ہو سکتی ہے۔

باد بر روئے صفحۂ دوراں	محفل آرائے حلقۂ انساں
شیخ الاسلام عصر علّامہ	در فنون حدیث فہامہ
مُوشگافِ دقائقِ ایماں	راز دانِ حقائقِ ایماں
رُستہ از حبسِ ربقۂ تقلید	بستہ بر اجتہاد رائے مزید
درس فرمائے مسجد نبوی	بطریقِ رشیق مصطفوی
آں محمد حیات بخت بلند	بحدیثِ نبی قوی پیوند
متع اللہ زمرۃ الاعیان	بافاداتہ علی الازمان[1]

اخلاق و عادات ورع و تقویٰ میں اُونچے مرتبہ پر فائز، نہایت درجہ خلوت پسند، تاہم مسندِ درس پر نشست باقاعدگی سے ہوتی تھی۔ پہلی صف میں شامل ہو کر نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت تھی مسجد نبوی میں نمازِ صُبح کے قبل وعظ فرماتے تھے۔

وفات ۲۶ صفر سنہ ۱۱۶۳ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے روح اللہ روحہ و نور ضریحہ۔

---

[1] اتحاف ص ۴۰۴۔

مولانا حافظ ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم و مغفور

مترجم رسالہ "الاتفاق"

نام اور مولد ابوسعید محمد حسین بن شیخ عبدالرحیم عرف رحیم بخش۔ بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و تکمیل ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کر کے دہلی چلے گئے۔ وہاں مولانا مفتی صدرالدین آرزدہ (متوفی ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جونپوری، مولانا نورالحسن سے علومِ معقول و منقول فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۱ھ میں سند حاصل کر لی۔ اساتذہ آپ کی ذہانت و قابلیت سے بہت متاثر تھے۔

تحصیل حدیث حدیث شریف کی سب کتابیں حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی قدس اللہ روحہ سے پڑھیں اور خوب اکتساب فیض کیا حضرت میاں صاحب ممدوح نے جب ۱۲۸۲ھ میں آپ کو علوم حدیث کی سند عنایت فرمائی تو اس میں خاص فقرہ یہ تحریر فرمایا تھا۔ ان لہ زیادۃ صحبۃ معی و مزید اختصاص بی علی غیرہ من الطلبۃ۔ شاید اس "مزید اختصاص" کی وجہ سے حنفی اہلحدیث اختلاف کے سلسلے میں حضرت میاں صاحب کی معرکۃ الآرا کتاب معیار الحق کی تصنیف میں مولانا محمد حسین کی مساعی و محنت کو بہت دخل تھا۔

بیعت حضرت میاں صاحب سے آپ بیعت بھی تھے۔ اگرچہ بعد میں حضرت شیخ عبداللہ غزنوی (متوفی ۱۲۹۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت ہو گئے تھے[1]

[1] اپنے بیعت ہونے کا ذکر مولانا نے خود اشاعۃ السنہ ص ۳۵۱ نمبر ۱۱ جلد ۲۰ مجریہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۴ء میں کیا ہے۔ واضح رہے سنت میں ایسے فعل کی قباحت کہیں وارد نہیں۔ واللہ اعلم فتامل۔

تدریس و تحریر دہلی سے واپس آکر لاہور مسجد چینیاں والی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اس کے علاوہ تحریری طور پر بھی تبلیغ کرتے رہے۔ جس کی صورت شروع میں زیادہ تر یہ تھی کہ ایک عیسائی پادری رجب علی نامی کے اخبار "سفیر ہند" امرتسر میں بطور ضمیمہ دس صفحوں کے مضامین شائع کراتے تھے۔

اشاعۃ السنۃ کا اجرا بعدہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں اپنا ماہنامہ اشاعۃ السنۃ النبویہ جاری کر لیا جس سے اسلام اور اہلحدیث کے مذہب کی خوب اشاعت ہوئی۔ مرحوم کی تحریریں تبحّر علمی اور تحقیقات بدیعہ کی آئینہ دار ہوتی تھیں۔ دقیق سے دقیق مبحث کو آسان پیرائے میں لکھنا آپ کا کمال تھا۔

مباحث اشاعۃ السنۃ کا موضوع اشاعۃ السنۃ میں ابتداءً آپ کا روئے سخن زیادہ تر احناف کی طرف رہا۔ اس کے بعد سر سید احمد خاں کے عقاید مسائل نیچریہ پر تنقید کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے کمر باندھ لی۔ اس فرقہ کے تعاقب میں آپ نے جناب مرزا صاحب پر علمائے کرام کا ایک متفقہ مدلّل و مفصّل فتویٰ بھی حاصل کیا جو اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوا تھا۔

برادرانِ احناف کی طرف روئے سخن کی وجہ مولانا بٹالوی ؒ نے یہ لکھی تھی:

"متشدّدین اہل تقلید کے خطاب و بحث کا مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث پر بیجا تشدّد کرنا چھوڑ دیں۔ اور جن مسائل میں یہ ان کے برخلاف عمل کرتے ہیں ان مسائل کی قوت دلائل ملاحظہ فرما کر ان کے عمل و ترجیح میں ان کو معذور سمجھ کر معاف دیں اور اس عمل کے سبب ان کو دین اسلام سے خارج نہ سمجھیں (ضمیمہ اشاعۃ السنۃ جلد ا نمبر ۲ ص۲)

سر سید احمد خاں کی "نیچر" کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ "ضرر مذہب نیچری" کے

ملہ۔ دیکھیے تذکرہ علمائے حال ص ۷۷، از مولوی محمد ادریس نگرامی مرحوم اور اخبار اہلحدیث امرتسر ص ۶، ۷ نمبر ۴۰/۴۱ جلد ۱۸ مجریہ اگست ۱۹۲۱ء۔

عنوان کے تحت یہ لکھی :-

"مسلمانوں میں خصوصاً مسلمانانِ اضلاع لاہور، جالندھر، لدھیانہ وغیرہ میں کثرت سے پھیلتا جاتا ہے، جو لوگ اردو کے سوائے کسی فن میں لیاقت نہیں رکھتے وہ بھی عقل و نیچر کو احکام شرعیہ پر حاکم مانتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ جس حکم شرعی یا خبر قرآن کو ہم خلاف عقل پائیں گے اس پر ایمان نہ لائیں گے ... بناءً علیہ صدہا اخبار و احکام شرعیہ کو ہنسی میں اڑاتے ہیں، کوئی سود کو حلال بتاتا ہے، کوئی جوازِ استرقاق کو شریعت سے مٹاتا ہے، کوئی تعددِ نکاح کو حرام و ہمسر زنا ٹھہراتا ہے۔ کوئی ٹخنے سے اونچے ازار پہننے کو ہنسی میں اڑاتا ہے، کسی کو وجودِ ملائکہ سے انکار ہے، کسی کو وجودِ جن و شیاطین میں تکرار ہے۔" (اشاعۃ السنۃ مجریہ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء ص ۶۶-۶۷ نمبر ۳ ج ۲)

چنانچہ سر سید اور مولوی چراغ علی صاحبان اپنے ماہوار رسالہ تہذیب الاخلاق کے ذریعہ جتنی قسم کی گمراہیاں و الحاد پھیلاتے تھے اشاعۃ السنۃ ان سب پر بھرپور لیکن سنجیدہ و علمی تنقید کرتا تھا اور ایسا مدلل کہ سر سید تک اس کا لوہا مانتے تھے۔

مولانا مرحوم کو سر سید کے لٹریچر پر جو عبور حاصل تھا اس کی بنا پر ان کی رائے تھی کہ فتنۂ قادیانی اور فتنۂ انکارِ حدیث (چکڑالوی) فتنۂ نیچریہ کے برگ و بار ہیں۔ ان کا احساس اس بارے میں اتنا نازک تھا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری کی عربی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن اور بعض دوسرے اردو رسالوں میں جب ان کو سر سید کی بعض تاویلات فاسدہ نظر آئیں تو آپ نے بھی ان علماء کا جن میں مصنفین قبیلہ آرہ "مولانا محمد شمس الحق صاحب عون المعبود وغیرہ۔ بھی شامل تھے" ساتھ دیا جنہوں نے مولانا امرتسری مرحوم کی تفسیر کو محدثین کی روش کے خلاف قرار دیا تھا۔

تلامذہ الحیات بعد الممات (ص ۳۵۸) میں لکھا ہے کہ:

"آپ کے مستفیدین اور تلامذہ بھی بہت ہیں"

تصانیف البرہان الساطع المشروع فی ذکر الاقتداء بالمخالفین فی الفروع (غیر مطبوعہ)

منح الباری فی ترجیح البخاری۔ النبیان فی رد البرہان۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ترجمہ رسالہ الانصاف (یہی رسالہ جسے شائع کیا جا رہا ہے) التحذیر عن التدبیر، مفتنح الکلام فی حیوٰۃ المسیح علیہ السلام، رسالہ مذہب و معاشرت، رسالہ اثبات نبوت، رسالہ النظر فی التفرقہ بین الاسلام والزندقہ للغزالی۔ مذہب ولا مذہبی، رسالہ تقدیر اور جبر و اختیار اعاذہ رحمانی لمحق و نہاجر، ولادت مسیح، تورات وانجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد، احکام نکاح و طلاق پر اعتراضات کے جواب۔ رسالہ متعلقہ بحث امامت و پیری و مریدی، نصیحت نامہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ وغیرہ۔ لیکن اوّل الذکر تین کے سوا باقی رسالے وہ ہیں جو اشاعۃ السنۃ میں طویل مقالات کی شکل میں شائع ہوتے رہے جنھیں آج کل کی صحافتی اصطلاح میں خاص نمبر کہنا چاہیئے۔

"اشاعۃ السنۃ (بعض طویل وقفوں کے باوجود) کم و بیش ۲۵ سال جاری رہا ہر جلد کے تقریباً چار سو صفحات ہوتے تھے مضامین و مقالات سب اپنے ہوتے تھے۔ شاذونادر ہی کسی دوسرے کے مضمون کے لیے گنجائش نکلتی تھی، اس طرح بلاشبہ مولانا بٹالوی کی تحریرات ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

سفر کابل | ۱۸۹۵ء میں امیر عبدالرحمٰن کی دعوت پر آپ کابل بھی تشریف لے گئے تھے (اشاعۃ السنۃ ص ۲۶۹ تا ۲۶۹ جلد ۲۰ مجریہ ۱۹۰۴ء)

وفات | مورخہ ۶ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ / ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو بیاسی سال کی عمر میں بعارضہ فالج انتقال فرمایا اور بٹالہ ہی میں دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اولاد و احفاد | اللہ تعالیٰ نے اولاد کافی عطا فرمائی تھی مگر افسوس ان کا علمی جانشین کوئی نہ ہوسکا۔ اس وقت ایک صاحبزادی بقید حیات ہیں جو بہت صالحہ بی بی ہیں۔ ایک پوتے جناب شیخ محمد اسلم صاحب اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل ہیں جنھوں نے ...... پچھلے سال جامعہ سلفیہ لائلپور کو ایک ہزار روپیہ مرحمت فرمایا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان الذی قسم بحکمتہ الاحلام فی الانام وجعلھم مختلفین فی الافہام واصلی واسلم علی سید الکرام وآلہ وصحبہ الی یوم القیام اما بعد فھذا ایقاف علی سبب الاختلاف اعلم ان اللہ تعالیٰ اصطفیٰ من خلقہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وجعل بینھم وبینہ رسولا وعلمہ کل ما یتعلق بالدین الذی بعث بہ ومن اصحابہ الذین اختارھم اللہ لصحبتہ ونصرۃ دینہ مغترفین من بحور علومہ منھم المقل والمکثر علی قدر الاستعداد والفہم والملازمۃ۔ والناس فی ذلک متباینون بونا عظیما ولم یحط احد منھم بجمیع معلوماتہ بل ولا بجمیع مقولاتہ اذ لا تحیط الانہار بالبحور ولکنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما مات حتی بلغ الی مجموع امتہ جمیع ما امر بتبلیغہ الیھم وکانوا

منزہ ہے وہ خداوند تعالیٰ جس نے اپنی حکمت سے لوگوں میں عقلوں کو بانٹا اور ان کو مختلف سمجھوں والے کر دیا اور درود وسلام (آنحضرت) سب بزرگوں کے سردار پر ہو اور آپ کی آل واصحاب پر قیامت کے دن تک۔ اس کے بعد یہ رسالہ ہے ایقاف علی سبب الاختلاف۔ تو جان لے بلا شبہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اپنی مخلوق سے چن لیا اور اپنے بندوں میں اور اپنے میں پیغامبر بنایا اور ان کو سب کچھ جو دین کے متعلق تھا تعلیم فرمایا اور آنحضرت کے اصحاب جن کو خدا نے آپ کی صحبت اور آپ کے دین کی مدد کے لئے چن لیا تھا۔ آپ کے دریائے علوم سے چلو بھرتے تھے اپنی سمجھ وقابلیت وصحبت کے اندازہ کے موافق کوئی کم کوئی زیادہ۔ اس میں وہ آپس میں بڑا فرق رکھتے ان میں سے کسی نے آپ کے سبھی معلومات اور اقوال پر احاطہ نہ کیا۔ کیونکہ نہریں دریاؤں کو گھیر نہیں سکتیں۔ ولیکن ہنوز آنحضرت فوت نہ ہوئے تھے کہ جملہ امت کو سبھی کچھ جس کی تبلیغ کے وہ مامور تھے۔ پہنچ گیا وہ لوگ متفرق وطنوں

متفرقین الاوطان ومختلفة الامکنة والبلدان وکان عند بعضهم من العلم ما لیس عند غیره وکانوا یختلفون تارةً فی المعنی من النص کما وقع لمن امرهم النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان لا یصلوا العصر الا فی بنی قریظة فمنهم من اخذ بظاهره ومنهم من اخذ بتاویله ویختلفون تارة فی الاستنباط من النص بالقیاس کما وقع لعمرو بن العاص حین تیمم من الجنابة من شدة البرد متلولا قوله تعالی لَا تَقْتُلُوْآ اَنْفُسَكُمْ وتارة فی غیر ذلك ثم انتقل صلی الله علیه وآله وسلم وقام مقامه وزیره الاکبر وصدیقه الافخر فکان رضی الله

مختلف مکانوں وشہروں میں تھے۔ ان میں ایک کو وہ علم ہوتا جو دوسرے کے پاس نہ ہوتا۔ اور کبھی وہ معنی حدیث میں اختلاف کرتے جیسے ان لوگوں کو اتفاق ہوا۔ جن کو آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ[1] ہی میں پڑھیں۔ پھر کسی نے اس کے ظاہری معنی لئے کسی نے تاویل کی اور کبھی نص (آیہ قرآن یا حدیث) سے استنباط کرنے میں اختلاف کرتے جیسے عمرو بن عاصؓ صحابی کو اتفاق ہوا جب کہ انہوں نے سخت سردی میں جنابت سے تیمم کر لیا اور کبھی اور میں اختلاف کرتے پھر آنحضرت صلعم رحلت فرما ہوئے۔ تو آپ کے قائم مقام وزیر اکبر اور صدیق افخر ہوئے۔ تو آپ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پر جو آپ کو معلوم ہوتی۔ عمل کرتے ان دونوں میں

[1] بنی قریظہ قبیلہ یہود کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستاتے اور ہمیشہ فتنہ وفساد برپا رکھتے تھے جب آنحضرتؐ نے غلبہ وتسلط پایا تو انکو نواح مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ اسموقع پر جب اپنر دھاوا کرنیکو نکلے تو یہ حکم دیا پھر کسی نے ان میں سے اس حکم کے ظاہری معنی کا لحاظ کیا اور کہا کہ ہم راستہ میں نماز پڑھیں گے اور کسی نے اس حکم کی تاویل کی اور یہ بات کہی کہ اس حکم سے جلد پہنچنا مقصود ہے نماز میں تاخیر کرنا مقصود نہیں ہے۔ پس نماز راستہ میں پڑھ لی جب آنحضرتؐ کے پاس آئے تو آنحضرتؐ نے کسی فریق کو سرزنش نہ کی۔ دیکھو صحیح بخاری)

عنه يعمل بالكتاب وما بلغه من السنة وان لم يجد فيهما شاور الصحابة فان وجد عندهم نصًّا اخذ به وقد فاته بعض الاحاديث والا قاس على ما في الكتاب والسنة او على احدهما واخذ به۔

ثم انتقل الى الله تعالى وقام مقامه الفاروق رضی وكان يعمل بالقرآن والحديث وان لم يجد فيهما شيئاً شاور الصحابة فان وجد عندهم نصاً اخذ به و

(اپنے نزدیک) کوئی حکم نہ پاتے تو اور اصحاب رسول اللہ سے مشورہ لیتے پس اگر ان اصحاب شورائے کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو عمل میں لاتے اور بعض حدیثیں آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے پاس بھی کوئی حدیث نہ پاتے تو (کسی حکم) کتاب وسنت پر قیاس فرماتے۔ پھر آپ نے انتقال کیا اور آپ کے قایم مقام عمر فاروق رضی ہوئے وہ بھی قرآن وحدیث پر عمل کرتے اور اگر قرآن وحدیث میں کوئی امر نہ پاتے تو اور اصحاب سے پوچھتے ان کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو لے لیتے

مترجم کہتا ہے اس رسالہ میں جا بجا اکابر صحابہ کے قیاس کرنیکا ذکر ہے اور بہت سی کتب حدیث میں انہی اکابر صحابہ رضی سے قیاس کی نفی ومذمت بھی مروی ہے چنانچہ شمہ از ان ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۱۸۸۴ء نمبر یازدہم میں ہم بیان کر چکے ہیں ان آثار نفی ومذمت کی نظر سے اصحاب ظواہر آثار مثبتہ قیاس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جن مسائل کو ان اکابر نے بصورت قیاس بیان کیا ہے ان مسائل میں ان کا اعتماد دراصل قیاس پر نہ تھا بلکہ اور دقیق استنباط کتاب وسنت پر تھا جسکو انہوں نے لایق سمجھ مخاطبین نہ دیکھا اسلئے ان مسائل کو سمجھ مخاطبین کے موافق صورت وپیرایہ قیاس میں بیان کیا اس تاویل کی تائید میں وہ یہ نظیر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے اپنے ماں کی طرف حج کرنیکا حکم پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری ماں پر قرض ہو تو اس کو تو ادا کرے یا نہیں اس نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا کا حق بھی ادا کر اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت نے مخاطب کے سمجھانیکو پیرایہ قیاس میں بیان کیا ہے نہ یہ کہ در حقیقت آنحضرت نے حج کا قرض پر قیاس کیا ہے۔ کیونکہ قیاس بوقت موجود نہ ہونے نص کے ہوتا ہے اور آنحضرت کا کلام خود نص ہے جو وحی غیر متلو کہلاتا ہے، پس اسکے ہوتے آنحضرت کا قیاس کرنا کب متصور تھا۔

قد فاته بعض الآثار والا کان غالبا وتارة یاخذ بقول الصدیق رضؓ والاجتهاد واستخرج آراء الناس فما راٰه صوابا اخذ به وقلما یخطئ فی رایه ثم انتقل الی الله تعالیٰ وقام مقامه ذوالنورین رضؓ رضی الله عنه فکان یاخذ بالکتاب والسنة وقول الشیخین رضؓ غالبًا او تارةً ثم انتقل الی الله تعالیٰ وقام مقامه زوج الزهراء رضؓ رضی الله عنهما فکان یاخذ بالکتاب والاثر والقیاس الانور وکان الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم اعلم الناس بالکتاب والسنة وافهمهم بهما وکانوا یعملون بهما وکانوا یرجعون عن اقوالهم وافعالهم اذا بلغهم الحدیث الذی فاتهم وکانوا یختلفون فی بعض الفروع ولم یقصروا فی اتباع الحق وتفرقوا فی مشارق الارض ومغاربها وجنوبها وشمالها واخذ منهم العلوم اقوام متفرقون ثم لایزالون ینقلون وکثر الاختلاف بسبب اتباعهم الذین

اور بعض حدیثیں آپ کو بھی معلوم نہیں ہوئیں۔ اور اگر کوئی حدیث ان کے پاس بھی نہ پاتے تو اکثر یا گاہے قول صدیق اکبر رضؓ کو ہی عمل میں لاتے۔ ورنہ خود اجتہاد کرتے اور لوگوں کی رائے بھی لیتے پھر جس رائے کو صواب سمجھتے اسپر عمل کرتے اور اپنی رائے میں خطا کم کرتے پھر آپ نے انتقال کیا تو آپ کے قائمقام عثمان ذوالنورین رضؓ ہوئے وہ بھی کتاب و سنّت پر اور غالباً یا نادراً قول شیخین (صدیق و فاروق رضؓ) پر عمل کرتے پھر آپ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام (علی مرتضیٰ رضؓ) شوہر فاطمہ زہرا رضؓ ہوئے تو آپ بھی قرآن و حدیث و قیاس پر عمل کرتے۔ سبھی صحابہ رضؓ کو قرآن و حدیث کا علم و فہم خوب تھا اور وہ سب قرآن و حدیث پر عمل کرتے اور اپنے قول و فعل سے رجوع کر لیتے۔ جب ان کو اپنے قول و فعل کے مخالف کوئی حدیث پہنچتی جو پہلے نہ پہنچی تھی اور بعض فروعات میں آپسمیں اختلاف بھی رکھتے مگر امر حق کے مان لینے سے قصور نہ کرتے وہ مشرق و مغرب و جنوب و شمال میں پھیل گئے تھے اور مختلف قوموں

اخذ منهم العلوم حتى انقرضوا بالكلية۔
وقام مقامهم فی الفتوی وغیرہ علماء التابعین وزادوا فی الاختلاف
لاختلافہم فی العلوم والفهوم ثم قام مقامہم علماء التابعین وزادوا فی الاختلاف
وربما اتفقوا هم ومن قبلهم فی ما کان مختلفا فیہ۔ فیل فصار الامر الذی
یجتمعون علیہ مجمعا علیہ بعد ان کان مختلفا فیہ وکان فی کل زمن وبلد خلق
کثیر من اهل الاجتهاد والفتوی والحدیث ونحوها وکانت لهم مذاهب مختلفة
وآراء متبددة ووفق الله تعالی تلامذة الائمة الاربعة واصحابهم فحفظوا مذاهبهم
ودونوها ونشروها حتی لم یبق من اتباع غیرهم الا قلیل لحکمة یعلمها

نے ان سے علوم حاصل کئے پھر اصحاب کم ہوتے گئے اور اختلاف بڑھتا گیا ان لوگوں کی صحبت
سے جنہوں نے ان سے علوم حاصل کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل تمام ہوئے۔ اور فتوے
وغیرہ میں تابعین ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ اختلاف علم و فہم کے سبب اختلاف میں بڑھ
گئے پھر تبع تابعین ان کے قائم مقام ہوئے تو وہ اختلاف میں اور بھی بڑھ گئے اور بعض
مسائل جن میں پہلے صحابہ میں اختلاف تھا تابعین و تبع تابعین کا اتفاق ہو گیا اور وہ امر
اختلافی اتفاقی بن گیا ہر زمانہ اور شہر میں بہت لوگ صاحب فتویٰ و حدیث و اجتہاد ہو گئے
اور ان کے مذاہب مختلف اور آراء متفرق ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے ائمہ اربعہ کے شاگردوں
اور ساتھیوں کو توفیق دی تو انہوں نے ان کے مذاہب کو ضبط کیا اور ان کی کتابیں تصنیف
کیں اور ان کو پھیلایا یہاں تک کہ خدا کی حکمت[1] سے جس کو وہی جانتا ہے اور مذاہب کے اتباع بجز

[1] مترجم کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کی شہرت اور دوسرے مذاہب حقہ کی دراست و مدرست کی اصل
حکمت کا خدا ہی کو علم ہو گا۔ جیسا کہ مصنف نے کہا ہے مگر اسکا ظاہری سبب دنیاوی شوکت و ریاست
ہی علماء نے بیان کیا ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور مذہب امام مالک علیہ الرحمۃ کا سبب
اشتہار یہ ہوا ہے کہ ان مذاہب کے اکابر داعیان کو قضاء و قرب حکام وقت حاصل تھا۔ پس اس

اللہ تعالیٰ وتدارست مذاھب غیرھم وبقیت منہا اہبہم مجہولۃ۔

اقل قلیل باقی رہ گیا ہے وہ مذاہب بے نشان ہو گئے ان ہی چاروں اماموں کے مذاہب معمول و

قرب ورتبہ کے ذریعہ سے انہوں نے ان ہی مذاہب کو پھیلایا۔ جن کو اپنے اعتقاد میں برحق

اور سنت کے مطابق سمجھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے ص۱۵۱ میں کہا ہے

وکان اشھر اصحابہ ذکرا ابو یوسفؒ فولی قضاء القضاۃ ایام ھارون الرشید

فکان سببا لظہور مذھبہ والقضاء بہ فی اقطار العراق وخراسان وما وراء النھر

یعنی امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں بڑے مشہور و معروف امام ابو یوسف تھے وہ ہارون رشید کے عہد میں

قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور ہو گئے یہ ان کے مذہب کے ظاہر ہونے، اور اس کے موافق عراق و

خراسان و ماوراء النہر کے اطراف میں قضا نافذ ہونے کا سبب ہوا اور حضرت شاہ عبد العزیزؒ،

بستان المحدثین (ص ۱۱) میں فرماتے ہیں ابن حزم در جائے نوشتہ کہ این دو مذہب در عالم از

راہ ریاست وسلطنت رواج واشتہار گرفتہ اند مذہب ابو حنیفہ مذہب مالک زیرا کہ قاضی ابو یوسف

قضا کل ممالک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ میرفتند پس بر ہر قاضی شرط مے کرد کہ عمل و حکم بمذہب

ابو حنیفہ نماید در اندلس یحیی بن یحیی را نزد سلطان آں وقت بحدے مکنت و جاہ حاصل گشت کہ ہیچ

قاضی و حاکم بے مشورہ او منصوب نمیشد پس او غیر از یاراں وہمدیاں خود را متولی نمی ساخت انتہی

کلام ابن حزم۔ جناب شاہ صاحب نے اندلس میں مالکی مذہب کے رواج کا یہ بھی سبب

بتایا ہے کہ لوگ اندلس سے حج و زیارت مدینہ منورہ کے لئے آتے اور مدینہ میں امام

مالک کی فضیلت اور بزرگی و وسعت علم کا حال سن کر اندلس میں جا سناتے تو اس

سے اندلس کے لوگ امام مالک کے معتقد و مقلد ہو جاتے اور جو مصنف رحمہ اللہ نے تصنیف

وتدوین کتب کی مذاہب اربعہ سے خاص کیا ہے یہ خصوصیات اکثر مذاہب کی نسبت صحیح

ہے۔ اس سے مذہب محدثین مستثنیٰ ہے اس مذہب کی تدوین مذہب مجتہدین کی تدوین سے

پیشتر ہو چکی ہے جس نے کتب حدیث کو دور سے بھی دیکھا ہوگا اس پر یہ امر مخفی نہ ہوگا۔

وسبب الاختلاف اشیاء کثیرۃ لا یمکن حصرھا منھا الاختلاف فی العلوم و الفھوم وکون النصوص قابلۃ للاحتمالات باعتبارات الالفاظ والنظم والترکیب و السیاق وغیر ذلک نقل الحافظ ابن القیم عن ابن حزم رحمھما اللہ ما حاصلہ انہ قد یحفظ الانسان الحدیث فلا یحضرہ ذکرہ فیفتی بخلافہ وقد یعرض ھذا فی القرآن الا تری ان عمر رضی اللہ عنہ نھی ان یزاد فی المھر علی عدد مھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ذکرتہ امرأۃ بقول اللہ تعالیٰ واٰتیتم احدٰھن قنطارًا فترک قولہ وقال کل واحد اعلم من عمر وکذلک امر برجم امرۃ ولدت لستۃ اشھر فذکرہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ تعالیٰ و حملہ وفصالہ ثلثون شھرا مع قولہ تعالیٰ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین فرجع عن الامر برجمھا وھم ان یسطو بعیینۃ بن حصن

مروج رہے اُن سب مذاہب کے اختلاف کے بہت سبب ہیں جن کا حصر و شمار ممکن نہیں ہے از اں جملہ علموں اور سمجھوں کا مختلف ہونا اور نصوص (قرآن و حدیث) کا الفاظ و نظم ترکیب کے لحاظ سے کئی معنوں کا محتمل ہونا۔ وغیر ذلک حافظ ابن القیم نے (امام) ابن حزم سے خدا دونوں پر رحم کرے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی انسان کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر فتویٰ دینے کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا پس وہ اس لئے حدیث کے برخلاف فتوے دیتا ہے اور یہی امر کبھی قرآن کی نسبت پیش آتا ہے تو نے نہیں جانا کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے بڑھ کر مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے آپکو خدا کا یہ قول کہ تم نے عورتوں کو بہت مال مہر میں دیا ہو تو ان سے واپس نہ لو" یاد دلایا جن سے انہوں نے اپنا قول چھوڑ دیا اور (تواضعاً) یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے سبھی لوگ علم میں زیادہ ہیں اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو جس نے چھ مہینے کا بچہ جنا تھا بعلت زنا سنگسار کرنیکا حکم دیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے خدا کا یہ قول کہ بچے کا حمل اور دودھ پلانا ڈھائی برس ہوتا ہے مع

اذ جفا علیہ حتّٰی ذکر الحارث بن قیس بقول اللہ تعالٰی واعرض عن الجٰھلین وانکر موتہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتّٰی قرئ قولہ تعالٰی انک میت وانھم میتون فرجع عن ذلک وقد کان علم الاٰیۃ ولکن نسیھا لعظم الخطب الوارد علیہ وقد یذکر العالم الدلیل ولکن یتاول فیہ تاویلا من خصوص ونسخ وغیرھما ولاشک ان الصحابۃ رضی اللہ عنھم ما کان کل واحد منھم یطلع علےٰ جمیع ما صدر عنہ صلے اللہ علیہ وسلم لاشتغالہم بامر معاشھم واغراضھم فیحضر عندہ بعض دون بعض فلما مات صلی اللہ علیہ وسلم وولی ابوبکر کان اذا جاءتھم القضیۃ ولیس فیھا نص سأل غیرہ فان وجد نصاً تبعہ والا اجتھد وقد یکون فی تلک القضیۃ نص عند غیر من کان حاضراً عندہ کان التیمم للجنب عند عمار وغیرہ و

اس قول کے کہ "مائیں اپنی اولاد کو دو برس دودھ پلائیں جو پورا دودھ پلانا چاہیں" یاد دلایا اور یہ جتایا کہ پہلے قول میں چھ مہینے کم سے کم مدت حمل کا ذکر ہے پس اونھوں نے اس حکم رجم سے رجوع فرمایا اور آپ نے عینیہ ابن حصن پر جب اس نے آپ کی جناب میں گستاخی و سختی کی حملہ کرنا چاہا یہاں تک کہ حارث بن قیس نے خدا کا یہ قول کہ "جاہلوں سے درگزر کر" یاد دلایا تو آپ نے اس سے درگذر کیا اور آپ نے (آنحضرتؐ کے فوت ہو جانے کو تعجب سمجھ کر) اس سے انکار کیا یہاں تک کہ ان کے سامنے یہ قول خداوندی (ای محمد) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنیوالے ہیں" پڑھا گیا تب انہوں نے اس انکار واصرار سے رجوع فرمایا یہ آیت تو آپ کو معلوم تھی ولیکن اس بھاری امر (آنحضرتؐ کی موت) کے سبب آپ اسکو بھول گئے تھے اور کبھی کوئی عالم (مسئلہ) کی دلیل یاد رکھتا ہے مگر اسمیں بتجویز نسخ یا تخصیص وغیرہ تاویل کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرتؐ کے اصحاب سے سب کوئی ان باتوں پر مطلع نہ ہوتا جو آنحضرتؐ سے صادر ہوئیں کیونکہ وہ اپنی معاش وغیرہ امور میں مشغول رہتے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں بعض حاضر رہتے تھے بعض نہ ہوتے تھے جب آنحضرت صلعم فوت ہوئے اور ابوبکر صدیق انکے خلیفہ ہوئے تو جب انکو

غاب عن عمرو ابن مسعودؓ وجواز المسح علی الخفین عند علیؓ وحذیفۃؓ وغاب عن عائشۃؓ وابن عمرؓ وابی ہریرۃؓ مع انھم مدنیون وتوریث بنت الابن مع البنت عند ابن مسعودؓ وغاب عن ابی موسیٰؓ وتوقیت الاستیذان کان عند ابی موسیٰؓ وابی سعیدؓ وابیؓ وغاب عن الفاروقؓ وکان علم جواز النفر للحائض اذا طافت طواف الفرض عند ابن عباسؓ وام سلیمؓ وغاب عن زید بن ثابتؓ وکان علم نسخ حل متعۃ النساء وعلم حرمۃ الحمر الاھلیۃ عند علیؓ وغیرہ وغاب عن ابن عباسؓ وکان علم عدم جواز الصرف نسیئۃً عند عمرؓ وابی سعیدؓ وغیرھما وغاب عن طلحۃؓ وابن عباسؓ ومثل ھذا کثیرا ومضی الصحابۃ وخلفھم التابعون الاخذون عنھم وکانوا مختلفین فی العلوم والافھام وکل کان یفتی علی مبلغ علمہ ولا یکلف اللہ

پاس کوئی قول خدا اور رسول نہ ہوتا تو آپ اور لوگوں سے پوچھتے پھر اگر ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول پاتے تو اسکی پیروی کرتے ورنہ اجتہاد کرتے اور کبھی خدا اور رسول کا قول اس شخص کے پاس ہوتا جو وہاں حاضر نہ ہوتا تھا مثلاً جنبی کے لئے تیمم کا حکم عمارؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور حضرت عمر و ابن مسعودؓ کو نامعلوم مسح موزہ کا جواز حضرت علی مرتضیٰ و حذیفہؓ کے پاس تھا اور حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ و ابی ہریرہؓ سے باوجودیکہ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے مخفی تھا پوتے کو بیٹے کے ساتھ چھٹے حصہ کا وارث کرنا حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو نامعلوم کسی کے گھر میں جانیکے لئے تین دفعہ اذن چاہنے کی حدیث حضرت ابو موسیٰ و ابو سعید خدریؓ و ابی بن کعبؓ کو معلوم تھی اور حضرت عمر فاروقؓ سے مخفی حیض والی عورت کو طواف فرض کے بعد طواف رخصت کے سوائے مکہ سے کوچ کرنے کا جواز حضرت ابن عباس و ام سلیم کو معلوم تھا اور حضرت زید بن ثابت کو نامعلوم متعہ کا منسوخ ہونا اور گدھے کا حرام ہونا حضرت علی مرتضیٰ کو معلوم تھا اور حضرت ابن عباسؓ پر پوشیدہ چاندی سونے کی بیع میں نسیہ (قرض) کا عدم جواز عمر فاروق و ابو سعید وغیرہ کو معلوم تھا اور طلحہ و ابن عباس پر مخفی۔ اور اسکی مثالیں اور بہت ہیں صحابہ گذر گئے تو انکے تابعی مجتہد

نفسا الا وسعها وکل ماجور علی ما اصاب فیه اجرین وماجور فیما خفی عنه اجرا واحدا وقد یبلغ الرجل نصان ظاہر التعارض فیمیل الی احدھما بنوع من الترجیحات ویمیل غیرہ الی ما ترکہ بنوع اٰخر من الترجیحات ومثل ھذا کثیر۔

ولھذہ الوجوہ ترک بعض العلماء ما ترکوا من الاحادیث والاٰیات و خالفھم نظراءھم فاخذ ھٰؤلاء ما ترک اولٰئک واخذ اولٰئک ما ترک ھٰؤلاء لا للقصد الی خلاف النصوص واذا قامت الحجۃ علی من بلغہ شیٔ صحیح من الدلیل ای من غیر تعارض اونحوہ فلم یبق ترکہ الا للعناد والتقلید وعلی ھذہ الطریقۃ کانت الصحابۃ رضی اللہ عنہم انتہی کلامہ

جوانسے علم حاصل کئے بڑے تھے وہ بھی علموں اور فہموں میں مختلف تھے اور وہ سب بقدر اپنے علم کے فتوے دیتے اور کسی کو خدا نے اس کی طاقت سے بڑھ مکلف نہیں کیا اور سب اس فتوی میں خدا کیطرف سے ثواب پاتے ٹھیک فتوی دیا تو دو ثواب ورنہ ایک اور کبھی کسی کو حدیثیں باہم متعارض پہنچتیں تو وہ ایک حدیث کیطرف کسی وجہ ترجیح کی نظر سے مایل ہوتا اور دوسرا اسی حدیث کی طرف جسکو اس نے چھوڑ دیا تھا اور وجہ سے مایل ہوتا۔ اس کی مثالیں بھی بہت ہیں ان وجوہات سے بعض علماء نے بعض آیات و حدیث کو ترک کیا ہے اور ان کے ہمسروں نے ان کا خلاف کیا انہوں نے احادیث کو لے لیا جنکو پہلوں نے ترک کیا تھا اور پہلوں نے ان حدیث کو لیلیا جنکو انھوں نے ترک کیا نہ اسلئے کہ عمداً نصوص (آیات و حدیث) کا خلاف کریں (بلکہ ان وجوہات سے جنکو ہم بیان کر چکے ہیں) اور جب کسی کو دلیل صحیح (آیات وحدیث) بلا تعارض وغیرہ موانع عمل کے پہنچ جائے تو اس کو اس دلیل کا ترک کرنا بجز عناد یا تقلید باقی نہ رہا[1]۔ صحابہ اس طریق پر تھے کلام ابن القیم ج

[1] جیساکہ اس وقت کے علماء کا حال ہے کہ حدیث صحیح سنتے ہیں اور اس میں کوئی تاویل بھی نہیں کر سکتے اور نہ اس کو ضعیف و منسوخ کہہ سکتے ہیں۔ پھر صرف اس عذر سے کہ ہمارے امام نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا اس حدیث کو رد کر دیتے ہیں

ملخصاً ونقل ابن القیم ایضاً عن شیخہ ابن تیمیة جماع الاعذار فی ترک من ترک من الائمة حدیثاً ثلثة اصناف احدھا عدم اعتقادہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قالہ والثانی عدم اعتقادہ انہ اراد تلک المسئلة بذلک القول الثالث اعتقاد نسخہ وھذہ تتفرع الی اسباب متعددة منھا ان لایکون الحدیث قد بلغہ وقاس وقد یوافق قیاسہ الحدیث المتروک ویخالفہ اخر وھذا السبب ھو الغالب علی اکثر ما یوجد من اقوال السلف مخالفاً لبعض الاحادیث فان الاحاطة بحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لاحد واعتبر بالخلفاء الراشدین الذین ھم اعلم الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً الصدیق الاکبر الذی قل ما فارقہ وقد خفی علیہ میراث الجدة وعلمہ المغیرة بن شعبة وعمران بن حصین ومحمد بن مسلمة وخفی علی عمر توریث المرأة من دیة

اس نے ابن حزم سے نقل کیا تھا تمام ہوا اور ابن القیمؒ نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ جملہ عذرات ان آئمہ کے جنہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے تین قسم ہیں۔ اوّل اس حدیث کو کلام رسول نہ سمجھنا دوسرا اس حدیث کے وہ معنی نہ سمجھنا جو معنی اس حدیث پر عمل کرنے والے نے سمجھے ہیں تیسرا اس کو منسوخ سمجھ لینا ان عذرات کی شاخیں کئی قسم ہیں از انجملہ یہ کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی اور اس نے قیاس کیا اور اس کا قیاس اس حدیث متروک کے موافق ہوا اور کسی اور حدیث کے مخالف۔ یہی سبب ہے اکثر ان اقوال علماء سلف کا جو نصوص کے مخالف ہیں۔ کیونکہ سبھی احادیث رسولؐ پر کسی کو احاطہ حاصل نہ تھا اس باب میں تو خلفاء راشدین جو رسول کے حالات سے بہت واقف تھے خصوصاً صدیق اکبرؓ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم جدا ہوتے) کے حال سے معلوم کرے صدیق اکبرؓ پر دادے کی میراث مخفی رہی اور انکو مغیرہ بن شعبہؓ و عمران بن حصین و محمد بن مسلمہ نے بتلائے حضرت عمرؓ پر عورت کو خاوند کے دیۃ سے وارث کرنے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ ایک جنگل کے رہنے والے نے ان کو اس کی خبر دی اور آپ پر مجوس سے جزیہ

زوجها حتی اخبرہ رجل من اهل البادیة وخفی علیه حدیث اخذ الجزیة عن المجوس حتی اخبرہ عبد الرحمن بن عوف وخفی علیه حدیث النهی عن القدوم علی ما فیه الطاعون حتی اخبرہ عبد الرحمن وخفی علیه حدیث الربح حتی اخبرہ ابوهریرة وکان یفتی باختلاف الدیة فی الاصابع وکان عند ابن عباس و ابی موسی علم ان النبی صلی الله علیه وسلم قال هذه وهذه سواء وعمل به معاویة حین بلغه وکان لا یری هو یعنی عمر وابنه عبد الله التطیب عند الاحرام ولا بعد رمی الجمرة قبل طواف الفرض وقد صح جواز ذلک عنه صلی الله علیه وسلم وکان یری عدم التوقیت فی المسح علی الخفین وقد صح فی التوقیت احادیث وکان علی وابن عباس یریان ابعد الاجلین علی المتوفی عنها زوجها وقد صح عنه صلی الله علیه وسلم ان انقضاء عدتها بوضع حملها وکان یری زیدا

لینے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ عبد الرحمٰن بن عوف نے بتائی۔ اور آپ پر وبا کی زمین میں جانے سے ممانعت مخفی رہی اور وہ بھی عبد الرحمٰن بن عوف نے بتائی اور آپ پر آندھی کی حدیث[1] مخفی رہی جو ابوہریرہ نے بتائی اور آپ انگلیوں کے خونبہائے میں اختلاف رکھتے تھے اس باب میں ابن عباس وابی موسیٰ اشعری کے پاس یہ علم تھا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ بڑی انگل اور چھوٹی خونبہاء میں برابر ہیں۔ (پس آپ نے اسکو قبول کیا) اور امیر معاویہ نے بھی اس پر عمل کیا ہے جب ان کو اسکا علم ہوا اور آپ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ احرام حج کے وقت خوشبو لگانیکو جائز نہ سمجھتے اور طواف فرض سے پہلے رمی جمار کے بھی قایل نہ تھے اور یہ امور آنحضرت سے صحیح ہو چکے ہیں اور آپ مسح موزہ میں تعین مدت کے قائل نہ تھے حالانکہ صحیح حدیث میں تعیین آچکی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ وابن عباس اس عورت حاملہ کی جسکا خاوند فوت ہو جائے۔ عدت دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار مہینے دس دن) سے جو دور ہوتی تجویز کرتے حالانکہ آنحضرت سے صحیح ثابت ہو چکا ہے

[1] یعنی وہ حدیث جسمیں یہ بیان ہے کہ آندھی آنے کیوقت کیا کہیں دیکھو نمبر ۷ ضمیمہ سفیر ہند ۱۸۷۸ء

بن ثابت رضؓ وابن عمرؓ وغیرهما ان المفوضة اذا مات عنها زوجها لا مهر لها وقد صح انه صلی الله علیه وسلم جعل لها المهر کاملا وهذا باب واسع واما المنقول فیه عن غیر الصحابة فاکثر من ان یحصی فاذا خفی علی علم الامة وافقهها بعض السنة فما الظن بمن بعدهم فمن اعتقد ان کل حدیث بلغ کل فرد من الائمة او اماما معینا فقد اخطأ خطأ فاحشا قال ابو عمرو لیس احد بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم الا وقد خفیت علیه بعض السنة و هذه الدواوین جمعت بعد انقراض الائمة ولا یمکن انحصار الاحادیث فیها ولیس کل من عنده هذه الدواوین یحیط بها علما بل دواوین المتقدمین

کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور زید بن ثابت رضؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد تھا کہ جس عورت کا بلا زفاف خاوند مر جاوے اور مہر مقرر ہوا اسکو مہر لینا نہیں آتا حالانکہ آنحضرتؐ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس عورت کو پورا مہر دلایا ہے اور یہ باب (مخفیات صحابہ) فراخ ہے[1] اور جو اس قسم کی باتیں صحابہؓ کے سوا اور لوگوں سے منقول ہیں وہ شمار سے بڑھ کر ہے پس جب امت کے زیادہ جاننے والے اور بڑے مجتہدوں پر بعض احادیث مخفی رہیں تو ان کی نسبت کیا خیال کرنا چاہئے جو ان کے پیچھے ہوئے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ سبھی حدیثیں سبھی اماموں کو یا کسی خاص امام کو پہنچگئی ہیں تو اسنے سخت خطا کی ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس پر آنحضرتؐ کی بعض حدیثیں مخفی نہ رہی ہوں اور یہ حدیثوں کے دفتر (کتابیں) گذر جانے ائمہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں اور ان میں بھی سب حدیثوں کا منحصر ہو جانا ممکن نہیں ہے اور یہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہوں اس کو سبھی کچھ جو ان میں ہے یاد ہوتا ہے۔ اور متقدمین کے دفتر تو ان کے سینے ہی تھے اور

[1] مترجم کہتا ہے ان مخفیات صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کو ہم نے ضمیمہ جات اخبار سفیر ہند ۱۸۹۰ء میں نمبر ۲۸ سے ۱۱ تک ایسی تفصیل وترتیب سے بیان کیا ہے کہ اس تفصیل۔ ترتیب کو کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا ناظرین ان پرچوں کی طرف مراجعت فرما دیں تو امید ہے کمال حظ پاویں۔

صدورهم وهم اعلم ومنها ان یکون الحدیث بلغه لکن لم یصح عنده وصح عند غیره فیکون حجة علی من بلغه من وجه صحیح لا علی من لم یبلغ ولهذا علق کثیر من الائمة القول بموجب الحدیث علی صحته فیقول قولی فیها کیت وقد روی فیها حدیث بخلافه فان صح فهو قولی وامثلة هذا کثیرة جداً۔

وذکر ابن القیم من اسباب الاختلاف اشیاء منها ان احد المجتهدین یعتقد ضعف احد والآخر ثقته ومنها ان بعضهم یشترط فی خبر الواحد العدل شرطاً یخالفه غیره ومنها عدم معرفته بدلالة الحدیث اما لکون لفظ الحدیث غریباً عنده او یکون لفظه مشترکاً او مجملاً او محتملاً فیه الحمل علی ظاهر معناه الحقیقی او المجازی ومنها عدم

وہ خوب جاننے والے تھے۔ ازاں جملہ یہ سبب ہے کہ حدیث تو کسی شخص کو پہنچی مگر بسند صحیح نہ پہنچی سند صحیح سے وہ کسی اور کو پہنچی۔ وہ حدیث اسی شخص کے حق میں لائق سند ہے جس کو سند صحیح سے پہنچے نہ اس کے حق میں جس کو بسند صحیح نہیں پہنچی اسی واسطے بہت سے اماموں نے بعض احادیث کے ماننے کو صحیح ہونے کی شرط پر معلق کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ فلاں مسئلہ میں ہمارا یہ قول ہے اور اس کے خلاف میں حدیث مروی ہے (جو صحیح نہیں ہے) اگر یہ حدیث ثابت ہو جاوے تو یہی ہمارا قول ہے اس کی مثالیں نہایت کثرت سے ہیں۔

اور ابن قیمؒ نے کہا ہے کہ اختلاف کے بہت سے اسباب ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو ضعیف سمجھتا ہے۔ دوسرا اس کو ثقہ خیال کرتا ہے ازاں جملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی عادل کی حدیث میں شرط لگاتا ہے جو دوسرا نہیں لگاتا۔ ازاں جملہ یہ کہ وہ معنی حدیث کو نہیں جانتا یا تو اس لئے کہ

تفطنه لدخول فرد معين تحت عام بعد علمه به اما لعدم احاطة بحقيقة ذلك الفرد ومماثلته لغيره من الافراد الداخلة تحت العام واما الخطرة على باله واما لاعتقاده اختصاصه بخصيصة تخرجه من العام ومنها اعتقاده العموم فيما ليس بعام او الاطلاق فى المقيد فيذهل عن التقييد ومنها اعتقاده عدم دلالة اللفظ على الحكم المتنازع فيه اما لعدم معرفته مدلول اللفظ فى عرف الشرع فيحمله على خلاف مدلوله او يكون له فى عرف الشرع معنيان فيحمله على احدهما ويحمل غيره على غير ذلك او لفهمه من الخاص العموم او من العام الخصوص ومن المطلق المقيد ومن المقيد المطلق ومنها ان النص عارضه ما يساويه او اقوى منه وللتعارض انواع قال ابن القيم رحمه الله فمن هدا الله تعالى

اس حدیث کے الفاظ اس کے نزدیک کم استعمال ہیں یا اس لئے کہ وہ مشترک المعنی یا مجمل ہے۔ یا یہ کہ وہ ظاہری معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر محمول ہونے کے محتمل ہے اور ازاں جملہ یہ کہ وہ کسی حدیث کو عام جان کر اس میں کسی خاص فرد کے داخل ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ یا تو اسلئے کہ وہ اس فرد کی حقیقت اور بقیہ افراد سے اسکی مماثلت ومشابہت کا علم نہیں رکھتا یا اس لئے کہ وہ اسمیں اپنے دلمیں شبہ رکھتا ہے یا اسکو کسی وجہ خصوصیت سے حکم عام سے خارج کرتا ہے اور ازاں جملہ یہ کہ وہ اسحدیث کو جو عام نہیں ہے عام سمجھتا ہے یا اس حدیث کو جو مقید ہے مطلق خیال کرتا ہے اور اس کی قید سے غافل ہے اور ازاں جملہ یہ کہ وہ لفظ حدیث کا حکم متنازعہ فیہ پر دلالت کرنا نہیں مانتا یا تو اس لئے کہ اس کے عرف شرع میں معنی نہیں جانتا اس لئے خلاف معنی پر محمول کرتا ہے یا یہ کہ عرف شرع میں اس حدیث کے دو معنی ہیں وہ اس حدیث سے ایک معنی لیتا ہے دوسرا دوسرے معنی یا وہ حدیث خاص کو عام سمجھتا ہے یا عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے اور مقید کو مطلق اور ازاں جملہ یہ کہ اس حدیث کے معارضہ مقابلہ میں اور حدیث اس کے مساوی یا اس سے زیادہ قوی پائی جاتی ہے اور تعارض کے کئی اقسام ہیں۔

الی الاخذ بالحق حیث کان ومع من کان ورد الباطل مع من کان فهذا اعلم الناس واهداهم سبیلا واقومهم قیلا واهل هذا المسلك اذا اختلفوا فاختلافهم رحمة وهدی وهو من باب التعاون علی الدین کل یخبر بما ارادوا باعنده فان قوبل بین الآراء المختلفة وعرضت علی کتاب الله وسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم وتجرد النظر عن التعصب والحمیة واستفرغ وسعه وقصد طاعة الله ورسوله صلی الله علیه وسلم قل ان یخفی علیه الصواب من تلك الاقوال وما هو اقرب الیه وهذا النوع من الاختلاف لایوجب معاداة ولا افتراقا فی الکلمة ولاتبدید الشمل انتہی ۔

ابن القیم نے کہا ہے (خدا اس پر رحم کرے) کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ حق بات کو لے لیتا ہے ۔ جہاں کہیں ہو اور جسکے پاس ہو اور ناحق کو رد کرتا ہے خواہ کیسے شخص کے ساتھ ہو ایسا شخص تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہے اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہے اور سب سے زیادہ راست گو ایسے لوگ باہم اختلاف بھی کرتے ہیں تو انکا اختلاف رحمت ہوتا ہے اور ہدایت اور یہ اختلاف کرنا ایک دوسرے کو اپنی رائے سے جس کو اپنے نزدیک صواب سمجھتا ہے اطلاع دینا ہے پس اگر ان سبھی مختلف راؤں کا آپس میں مقابلہ کیا جاوے اور ان سب کو کتاب اللہ وسنت رسول پر پیش کیا جاوے اور اپنی نظر کو جوان آراء میں لگاتے ہیں تعصب اور حمیت (پاسداری) سے مجرد کریں اور اپنی وسعت اور قصد طاعت خدا اور رسول کو پورا خرچ کریں تو ان اقوال وآراء سے جو صواب اور جو قریب صواب ہے کم مخفی رہے اس قسم کا اختلاف آپسمیں عداوت پیدا نہیں کرتا اور نہ کلمۃ الاسلام میں تفرقہ وپراگندگی بہم پہنچاتا ہے ۔

میں (مصنف ایقاف) کہتا ہوں جب کہ رب کا (معبود) عبادت کا حکم دینے والا ایک

قلت اذا كان المعبود الآمر بالعبادة واحداوالرسول صلى الله عليه وسلم واحدا والدين واحدا وهؤلاء العلماء كلهم يريدون اتباع الدين ولا يقصرون وكل له فضائل وكمالات وقد قال الله فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۱۶: ۴۳)۔ فالتعصب لمعين والجمود على قوله لماذا؟ نقل الحافظ ابن حجر فى لسان[1] الميزان عن الطحاوى[2] انه قال اوكل ما قال

ہے اور رسول (دین اسلام لانے والا) ایک ہے اور دین (اسلام) ایک اور یہ سبھی علماء اتباع دین کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے تصور نہیں کرتے اور ہر ایک کے لئے فضایل و کمالات حاصل ہیں اور خدائے تعالے نے (عام طور پر) فرمایا ہے کہ تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے۔ پھر ایک شخص کے لئے تعصب کرنا اور اسی قول پر جمے رہنا کس لئے ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں امام طحاوی حنفیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے" کیا جو کچھ ابو حنیفہؒ نے کہا ہے۔

---

[1] ۔ ص ۲۸۰ ج ۱ [2] امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ المصری الطحاوی کان شافعیاً ثم تحول حنفیاً غضب علیہ خالہ الامام المزنی صاحب الامام الشافعی متضجراً فی الرد تبع منہ رحمہ اللہ تعالے فقرأ وصار من اعیان الحنفیۃ قال الشاہ عبد العزیز فی بستان المحدثین (ص ۸۰) تصانیف مفیدہ در مذہب حنفی دارد و بہ زعم خود در حضرت این مذہب مساعی بتقدیم رسانیدہ ... مختصر طحاوی دلالت مے کند۔ کہ وے مجتہد منتسب بود و محض مقلد مذہب نہ بود زیرا کہ دران مختصر چیزہا اختیار کردہ کہ مخالف مذہب ابو حنیفہ است" توفی رحمہ اللہ تعالے ۳۲۱ھ انظر لسان المیزان ص ۲۷۴ - ۲۸۲ ج ۱ و الفوائد البہیہ ص ۱۸

محمد عطاء اللہ حنیف

به ابو حنيفة اقول به؟ وهل يقلد الاعصبي او غبي فطارت
هذه الكلمة بمصر حتّٰى صارت مثلا انتهٰى ومذهب كل امام
ما قاله ولم يرجع عنه ولا يمكن عن مجتهد قولان متباينان
من غير رجوع من احدهما. اللّٰهم الا ان يكون مترددا في ذلك
ويحتمل ان يقول المجتهد قولا ثم يرجع الى غيره ثم يرجع
عن الاخر الى الاول ولم ار لهذا مثالا في الاقوال المجتهدين
ولم يكن لاحد من تلامذة الامام واصحابه ان يعرف جميع
مذهبه وهذا ظاهر وغالب اختلاف اصحاب ارباب المذاهب
سببه ان بعضهم يعرف من المذهب ما لا يعرف غيره ومنهم

میں اسی کا قائل ہوں (ایسی) تقلید (ایک شخص کی ہر بات میں) تو وہی کرتا ہے جو متعصب
یا بے سمجھ ہوتا ہے یہ کلمہ طحاوی کا مصر میں اڑ گیا اور ضرب المثل ہوا اور مذہب مجتہد
وہ ہوتا ہے جو اس نے کہا پھر اس سے رجوع نہیں کیا اور ایک مجتہد سے دو قول
مختلف کا سرزد ہونا بجز اس کے کہ وہ ایک قول سے رجوع کرے ممکن نہیں مگر اس
صورت میں کہ ان دونوں میں اس کو تردد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد نے
پہلے ایک قول کہا ہو۔ پھر اس سے دوسرے قول کیطرف رجوع کیا ہو پھر اس
قول سے پہلے قول کی طرف رجوع کیا ہو اس کی مثال مجھے اقوال مجتہدین سے
کوئی معلوم نہیں ہے اور کسی امام کے شاگرد اور رفیق اس کے سبھی مذہب کو
نہیں جانتے اور یہ امر ظاہر ہے۔

ائمہ مذاہب کے شاگردوں کے باہمی اختلاف کا غالباً یہ سبب ہوا ہے کہ
بعض شاگردوں نے امام کا مذہب اس قول کو جانا جس کو دوسرے نے نہ مانا اور
بعض نے امام کے پہلے قول کو جس سے امام نے رجوع کیا تھا۔ امام کا مذہب

من يعرف القول المرجوع عنه ولا يعرف المرجوع اليه ويفتى بالاول ومنهم من لا يعرف عن الامام نصا فيقيس على مسايل الامام ويخالفه غيره فى ذلك القياس فتارة يصيب هذا وتارة هذا وكثيرا ما يختلفون فى فهم معانى قول الامام ودلالتها وهذا باب واسع جدا وليس كل ما يستنبط رجل من اقوال الامام يكون مذهبه بل تارة يوافق مذهبه وتارة يخالفه ولا ينبغى ان تنسب الاقوال المستنبطة من اقوال الائمة للائمة بانها اقوالهم اومذاهب لهم قطعا لانه يحتمل انها لو عرضت عليهم قبلوا اشياء منها وردوا اشياء اخر وهذا كما لا ينسب ما استنبط المجتهدون من اقوال النبى صلى الله عليه وسلم اليه

سمجھ لیا اور اسی پر فتویٰ دیا اور دوسرے قول کو (جس کی طرف رجوع کیا تھا) معلوم نہ کیا۔ اور بعضوں نے امام کا کوئی قول نہ پایا بلکہ امام کے اقوال و مسائل پر قیاس کر کے اسی قیاس کو مذہب امام قرار دیا اور دوسرے شاگردوں نے اس قیاس میں خلاف کیا۔ پس کبھی یہ صواب کو پہنچا کبھی وہ مصیب ہوا اور بسا اوقات قول امام کے معنی سمجھنے میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف کا دروازہ نہایت فراخ ہے اور یہ نہیں ہے کہ جو بات کوئی امام کے قول سے نکال لے وہی امام کا مذہب بن جاوے۔ بلکہ کبھی وہ استنباطی بات مذہب امام کے موافق ہوتی ہے۔ اور کبھی مخالف پڑتی ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ جو اقوال و مسائل امام کے اقوال سے نکالے گئے ہیں۔ ان اقوال کو امام کی طرف منسوب کیا جاوے اور ان کو یقیناً اقوال و مذاہب امام ٹھہرایا جاوے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ اگر ان اقوال کو امام کے

علیٰ انہا اقوالہ و یحتمل کونہا شریعۃ قال ابن تیمیۃ فی رد الروافض تجد احد الطائفتین او الرجلین من الناس لا یکذب بما یخبر بہ من العلم لکن لا یقبل ما تاتی بہ طائفۃ اخرے من الحق سواء کان من باب الصدق المعروف بالخبر او من الصدق المعروف بالنظر فیقبل ما ذکرتہ طائفۃ من معقول و منقول و یرد ما ذکرتہ الطائفۃ الاخری انتہی۔

قلت ھذا کثیر فی اصحاب ارباب المذاھب خصوصا فی اھل زماننا ھذا ترٰھم لا یعتمدون الا ما وجدوا منقولا من اھل مذھبہم سواء کان ذلک قول امامہم ام لا (فائدۃ) الذی ظہر لھذا القاصر ان معظم المسائل المذکورۃ فی اصول الفقہ

سامنے پیش کیا جاتا تو بعض اقوال کو امام قبول کرتا اور بعض اقوال کو رد کر دیتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ جو مسائل مجتہدوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے استنباط کئے ہیں اور ان کو قطعاً آنحضرتؐ کے اقوال نہیں مانا جاتا۔ تاہم ان کا شریعت ہونا بھی محتمل ہے۔ شیخ ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنہ میں کہا ہے کہ تو دو جماعتوں مختلف مذاہب یا دو شخصوں میں سے ایک کو ایسا پا دے گا کہ وہ اس علمی بات کو جس کی خود خبر دیتا ہے جھوٹ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو دوسری جماعت یا دوسرا شخص حق سنا دے خواہ وہ خبر (حدیث و اثر) سے معلوم ہوا ہو یا نظر (فکر و قیاس) سے اس کو قبول نہیں کرتا جو اپنا فرقہ عقلی یا نقلی بات کہے اس کو مانتا ہے اور جو دوسرا فرقہ کہے اس کو رد کرتا ہے کلام ابن تیمیہ تمام ہوا (میں مصنف ایقاف) کہتا ہوں یہ بات اہل مذاہب کے پیروان میں خصوصاً ہمارے زمانہ ۱۱۶۳ھ میں بہت ہے ان کو تم دیکھو گے کہ وہ بجز اس بات کے جو اپنے مذاہب والوں سے منقول پاویں گے خواہ وہ قول امام ہو خواہ نہ ہو اور کسی بات پر اعتما